ڈاکٹر منور ہاشمی

استاد شعبہ اردو،

وفاقی اردو یونیورسٹی ،اسلام آباد

فراق کی شاعری پر اقبال کے اثرات

Dr. Munawar Hashmi
Assistant Professor
Urdu Department, Federal Urdu University, Islamabad.

Iqbal's Impact on Firaq's Poetry

Only a few poets could exert their names on the pages of history in presence of Iqbal during his lifetime, however, it was only Firaq who proved to be able not only to absorb Iqbal's philosophy but also to express the same into his own specific artistic and poetic way. This aspect is not of less importance. A lot of his verses reflect this impact of Iqbal's imagination, Ishq, continuous struggle for one' life's aim and sorrow but also all that in a very beautiful manner. Simultaneously, it is important to mention that he never hesitated to confess that he was impressed from Iqbal's thoughts and philosophy. Only this point can prove him as a great man. It may also be pertinent to point out that Firaq, though proved himself to have a separate identity in the field of poetry, however, he, despite his best efforts in using Iqbal's diction, phrases, metaphors, rhymes and 'zameens of ghazals', could not bring himself to even near to the highest pedestal upon which Iqbal stood. Nevertheless, it is not of less honor for Firaq that he got inspiration from one of the legends of the legends i.e. Allama Muhammad Iqbal.

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عہدِ اقبال میں کوئی دوسرا شاعر اس قدر اہمیت، عزت اور شہرت حاصل نہیں کر سکا کہ اس کا نام اقبال کے ساتھ لکھا جائے۔ مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اقبال کا دور ادبی و علمی لحاظ سے بہت زرخیز تھا۔ بہت سے

ایسے شعرا کا تعلق اس دور سے ہے جن کی اہمیت سے کسی طور انکار بھی ممکن نہیں۔ اسی دور میں حسرت موہانی، حفیظ جالندھری، جوش ملیح آبادی، یاس یگانہ، اصغر گونڈوی، سیماب اکبرآبادی، فانی بدایونی، جگر مرادآبادی، اور فراق گورکھ پوری جیسے شعرا اپنی شاعری کے ذریعے نام پیدا کرنے میں کامیاب رہے اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان نامور ہستیوں نے اپنی الگ شناخت بنانے کے ساتھ ساتھ فکرِ اقبال اور رنۂ ِ اقبال سے خوشہ چینی بھی کی۔ اس دعوے کی تصدیق ان شعرا کے کلام کے بغائر مطالعے سے ہوسکتی ہے۔ مذکورہ بالا فہرست کے آخری نام کے بارے میں اگر بات کی جائے تو بظاہر یہ بات بڑی عجیب لگتی ہے کہ ایک ہندو شاعر ایک اسلامی مفکر سے فکری اور معنوی ا ^ ط کیسے کرسکتا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ درست بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ فراق کی زندگی پر اس طرح کے اثرات نہیں ڈھونڈے جاسکتے البتہ ان کی شاعری کے معاملے میں صورتِ حال مختلف ہے۔

رگھوپتی سہائے فراق گورکھ پوری ولادتِ اقبال سے ٹھیک 19 برس بعد دنیا میں آئے۔ ان کا سالِ پیدائش 1896ء ہے اس وقت تک اقبال کی ابتدائی شاعری منظرِ عام پر آنا شروع ہوگئی تھی۔ فراق نے شاعری کا آغاز 1916ء کے لگ بھگ کیا۔ 1918ء میں وہ باقاعدہ شاعروں میں شمار اور مشاعروں میں شریک ہونے لگے۔ یہ وہ دور تھا جب اقبال ہندوستانی ادب کی پہچان بن چکے تھے۔ اور ہندوستان کے تمام شعرا شعوری اور لاشعوری طور پر ان سے متاثر ہو رہے تھے۔ فراق گورکھپوری پر بھی ان کی شاعری نے اثرات مرتب کرنے شروع کیے۔ لیکن اس میں بھی فراق کی شعوری کوشش کافی حد تک شامل تھی۔ وہ اقبال کے ساتھ ساتھ بعض دیگر شعرا سے بھی متاثر تھے اور اکثر شعرا کے خیالات اپنی شاعری میں داخل کرلیا کرتے تھے۔

اس حوالے سے صرف فانی بدایونی کا مشہور شعر دیکھیے۔

اک [illegible] ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا
زندگی کاہے کو ہے خواب ہے دیوانے کا (۱)

فراق کا شعر اس خیال پر مبنی دیکھیے

نہ سمجھنے کی یہ باتیں ہیں نہ سمجھانے کی
زندگی اچٹی ہوئی نیند ہے دیوانے کی (۲)

اس طرح کی مثالیں فراق کی شاعری میں کثرت سے ملتی ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ فراق کی شاعری ان کے ذاتی تخیلات سے عاری ہے۔ ان کے اپنے اسلوب اور ذاتی و داخلی کیفیات کے جاندار اظہار ہی کی وجہ سے ان کا ادب میں بہت بڑا مقام ہے اِسی وجہ سے وہ شاعرِ ہند بھی کہلاتے ہیں لیکن جہاں تک علامہ اقبال کا تعلق ہے ان سے متاثر ہونا ایک فطری عمل ہے کیونکہ اقبال کے اشعار اس دور میں ذہنوں اور دلوں پر چھائے ہوتے تھے اقبال کے افکار اور نظریات سے فراق کو کسی حد تک اختلاف بھی تھا کیونکہ اقبال ایک اسلامی مفکر کے طور پر بھی اپنی حیثیت تسلیم کروا چکے تھے اس لئے دوسرے عقاید سے تعلق رکھنے والے شعرا کا اختلاف بھی فطری تھا۔ اس کے باوجود اقبال کے شاعرانہ خیالات کی پیروی کو اکثر شعرا قابلِ فخر سمجھتے تھے۔ فراق نے ان کی عظمت کا اعتراف اکثر مقامات پر کیا ہے۔

جوش ملیح آبادی کے نام اپنے خط میں انہوں نے اقبال کو خراجِ تحسین ان الفاظ میں پیش کیا:

"صحیح بات تو یہ ہے کہ تم اقبال کو سمجھ بھی نہیں سکے کیونکہ اقبال نے دینِ اسلام کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور اس کی افادیت میں اعلیٰ پیمانے کی گہرافشانی کی ہے ان کا علم اس معاملے میں مکمل ہے تمہارا علم اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔تم دین سے واقف ہی نہیں اور دین کی گہرائیوں کا مطالعہ کرنے کے لئے تمہارا علم کم ہے۔اس پر طرہ یہ کہ تم دہریے بھی ہو۔تم آفاق کے کفر میں گم۔اقبال دین کی ہیشگی سے لبریز تمہاری شاعری اس لئے نہیں مانی جاسکتی کہ دونوں میں تضاد ہے۔میں نے جو اقبال پر اعتراض کیے ہیں اس کی نوعیت الگ ہے یعنی وہ ملت کی شاعری اگر نہ کرتے تو عظیم شاعر ہوتے لیکن ملت کی شاعری پر میں نے تنقید نہیں کی کیونکہ میں اسلامی مسائل سے نابلد ہوں اور اگر واقف بھی ہوتا تو مجھے اس کا حق نہیں کہ کسی کے دینی معاملات میں دخل دوں۔ملت کی شاعری کے علاوہ جو کچھ اقبال نے کہا وہ بھی بہت کچھ ہے تمہاری تنقید اقبال پر ہر لحاظ سے غیر معتبر ہے۔۔۔۔۔۔تم اقبال کو برا کہہ کر اقبال سے بلند ہونے کی کوشش نہ کرو کیونکہ یہ گناہ، گناہِ عظیم ہے"(۳)

اس خط سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فراق کے نزدیک اس وقت ہندوستان میں اقبال سے بڑا کوئی شاعر نہیں تھا۔فراق کے خیال میں اقبال سے قبل جتنے بھی شعرا گزرے ہیں ان کے کلام کے فنی وفکری پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہوئے ان کی کوئی نہ کوئی کمی ضرور سامنے آتی ہے لیکن اقبال کے ہاں ایسا نہیں ہے۔تصوف کے حوالے سے بھی اقبال نے کوئی کمی رہنے نہیں دی اس لحاظ سے ان تمام شعرا پر اقبال کو فضیلت حاصل ہے۔اپنے ایک تنقیدی مضمون میں فراق یوں رقمطراز ہیں:

"اقبال سے پہلے ہمارے غزل گو شعرا کے تصوف میں ایک چیز کی کمی تھی وہ یہ کہ اجتماعی زندگی، فلسفہ، تاریخ اور خلقت کے ارتقا پر تصوف کی روشنی نہیں ڈالی گئی تھی اقبال نے اس کا آغاز کیا۔کہتے ہیں۔۔۔

باغِ بہشت سے مجھے حکمِ سفر دیا تھا کیوں
کارِ جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

اقبال کے متعدد اشعار واقعیت اور روحانیت کے اس امتزاج کا پیش خیمہ ہیں جس کے لئے انسانیت آج گوش برآواز ہے ہے۔"(۴)

اس اقتباس میں فراق اقبال پر لگائے گئے اپنے ہی الزام کی تردید بھی کر دیتے ہیں۔ان کے خیال میں اقبال نے ملی شاعر بن کر اپنے افکار کو محدود کر لیا تھا جبکہ اس اقتباس میں وہ اقبال کے افکار کو پورے عالمِ انسانیت کے لئے قرار دے رہے ہیں۔انہوں نے برملا کہہ دیا ہے کہ اقبال کا کلام واقعیت اور روحانیت کے امتزاج کا پیش خیمہ اور اس امتزاج کی بنی نوعِ انسان متلاشی تھی۔گویا اقبال کا کلام ملتِ اسلامیہ کے لئے ایک پیغام ہونے کے ساتھ ساتھ پوری نسلِ انسانی کے لئے بھی ہے۔اس لئے ہر مذہب اور قوم کا فرد اقبال کا مخاطب ہے اور ہر شاعر ان کی تقلید کر سکتا ہے۔

اپنے اسی مضمون میں آگے چل کر مزید لکھتے ہیں۔۔

"سماجی اور سیاسی زندگی میں جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں عقلیت اور واحدانیت میں جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں کائنات اور حیات کے پرانے احساس جن عنوانوں سے نئے احساس بنتے جا رہے ہیں، سائنس جدید سوشیالوجی، فلسفہ، جدید فضا، ماحول، مشرق و مغرب کا تصادم اوران کا امتزاج جس طرح غزل میں رونما ہو رہا ہے اس کی نمایاں مثال اقبال کی غزلیں ہیں اور یہ اثر "بالِ جبریل" اور "ضربِ کلیم" میں اتنا تیز نمایاں ہے کہ اقبال کی غزلیں اردو شاعری میں انقلاب کا حکم رکھتی ہیں۔۔۔۔آئندہ کی غزلوں میں ضروری نہیں کہ اقبال یا کسی دوسرے بڑے شاعر کی اندھی تقلید ہو لیکن ان کا اثر ضرور رہے گا اور قوتِ ارادی کے ساتھ جذبات کا ایسا حیرت انگیز اتحاد ہوگا کہ آج ہم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔"(۵)

یہی وہ نقطہ اتصال ہے جہاں فراق نے اقبال کے ساتھ چلنے والے راستے کی طرف اپنے قدم موڑے۔اقبال کے ساتھ چلنے والا راستہ میں نے اس لیے کہا ہے کہ اقبال پہلے سے بنے ہوئے کسی راستے پر نہیں چل رہے تھے ان کے افکار نے اپنے لیے خود راستہ تیار کیا جو سب سے الگ اور منفرد تھا اور اقبال کے ساتھ چلنے کی اہلیت رکھتا تھا۔اقبال کی لفظیات، تراکیب، تشبیہات، تلمیحات، استعارات و صنائع بالکل مختلف تھے۔ان کا اسلوب اور لہجہ الگ شان رکھتا تھا فراق اور اس دور کے تمام شعرا شعوری اور لاشعوری دونوں طرح سے متاثر تھے۔اس راستے پر کچھ حد تک چلنے کے سبب ہی فراق اپنے دور میں نمایاں آواز بن کر ابھرے تھے۔بقول ڈاکٹر صفدر حسین:

"1935ء سے ان تبدیلیوں میں اور جان پڑ گئی جبکہ اشتراکی تحریک زور پر آئی اس کے سال بھر بعد نئے ادب کا سنگِ بنیاد رکھا گیا یہاں سے زندگی اور ادب کے پچھلے زاویے قطعاً بدل جاتے ہیں اور اصغر، جگر، صفی، حسرت اور فانی کا کام قریب قریب ختم ہو جاتا ہے اب اگر آپ غزل کو حسن و عشق کی تعبیر سے زیادہ وسعت نہ دینا چاہیں تو کہہ لیجئے کہ اس منزل پر آ کر غزل ختم ہو گئی لیکن اگر اس میں حیات و کائنات کے مسائل سمونا جرم نہ ہو تو غزل اب بھی اپنی پوری عظمتوں کے ساتھ زندہ ہے نئے ادب کی دست بُرد سے غزل کی دائمی مقبولیت کو جو شخص بچا کر آگے بڑھا لایا وہ اقبال تھا۔اقبال نے اردو غزل کو نئی قدریں عطا کیں اور پرانی قدروں کو نئی صورت دی، غزلوں کی زبان اور آہنگ بدلا، نئے مفاہیم اور متنوع خیالات کی گنجائش پیدا کی، اسے راہبری اور بصیرت کا ذریعہ بنا کر دل و دماغ کو بیدار کیا اور بحیثیت مجموعی غزل کو تعمیری ادب کی شان دے دی۔اقبال کے بعد جس شخص کے یہاں تھوڑے بہت کچھ ایسے ہی احساسات ملتے ہیں وہ فراق ہیں۔"(۶)

ڈاکٹر صفدر حسین نے اپنے مضمون میں اقبال اور فراق کی شاعری کے بعض دیگر مشابہات کا ذکر بھی کیا ہے ڈاکٹر صفدر کے خیال میں فراق کے ہاں زیادہ تر یہ رجحانات 1935ء کے بعد آئے۔جب وہ اقبال کا پوری طرح مطالعہ کر چکے

تھے اور اقبال کو اپنے دور کا سب سے بڑا شاعر تسلیم کر چکے تھے اقبال کی شاعری پر فراق کا تبصرہ کچھ اس انداز میں ہے۔

"دنیا کی قدیم سے قدیم شاعری سے لے کر آج تک کی شاعری میں جو کئی زبانوں پر مشتمل ہے اس کا اونچے سے اونچا لہجہ اور اس کی انتہائی بلندی سب کچھ اقبال کے اردو اور فارسی کلام میں مل جاتی ہے اور دنیا کے بڑے سے بڑے شاعروں کے یہاں جو خوبیاں ہیں وہ اقبال کے ہاں بھی موجود ہیں۔" (۷)

گویا فراق کے نزدیک اقبال کا بحیثیت شاعر قدیم اور جدید زمانوں کے تمام بڑے شاعروں سے تقابل کیا جا سکتا ہے ان کے تبصرے سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ اقبال تمام شاعروں کی بڑی سے بڑی خوبی اپنے کلام میں رکھتے ہیں اس لیے وہ بہرحال سب سے زیادہ اہمیت اور عظمت رکھتے ہیں فراق کے نزدیک اسی وجہ سے اقبال کی شاعری قابلِ تقلید ہے۔ اقبال کے آہنگ اور لہجے کے ساتھ ساتھ اقبال کے بعض تصورات سے بھی فراق متاثر ہیں جو اقبال کی شاعری کے ذریعے اجاگر ہوتے ہیں جن میں سب سے اہم تصور ان کا تصورِ عشق ہے جو مجاز اور حقیقت کی حدوں سے نکل کر ایک زندہ قوت کی حیثیت رکھتا ہے ایک ایسی قوت جو تخلیقی بھی ہے اور تعمیری بھی جو پستیوں کو بلندیوں میں تبدیل کر سکتی ہے اور کمزوروں کو طاقتور بنا سکتی ہے۔

فراق بھی عشق کو ایک قوت کے طور پر تسلیم کرتے ہیں اور اس سے تعمیری کام لینے کے آرزومند ہیں۔ بقول ڈاکٹر نوازش علی۔

"اقبال کا عشق آفاق کی ایک تخلیقی قوت ہے اور تعمیری پہلو رکھتا ہے غیر شعوری طور پر ہی سہی فراق اس ضمن میں اقبال سے متاثر ہوئے ہیں، وہ اقبال کی طرح عشق کو ایک تخلیقی قوت تصور کرتے ہیں۔" (۸)

فراق نے عشق کا ابتدائی تصور میر کی شاعری سے اخذ کیا اور عشق کی عمارت جنسی بنیادوں پر استوار کی تاہم جیسے جیسے ان کا مطالعہ آگے بڑھتا چلا گیا یہ تصورِ عشق بھی ارتقائی منازل طے کرتا رہا۔ اقبال کا گہرائی سے مطالعہ انہیں عشق کی نئی معنویت سے آشنا کر کے نئی منزل کی طرف لے گیا ایک ایسی منزل جہاں کائنات کی وسعتیں سمٹی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ ایک غزل کے چند اشعار دیکھیے۔

عشق خلوت بھی عشق جلوت بھی
عشق ہی باغ عشق ہی بن ہے
عشق وحدت بھی عشق کثرت بھی
عشق غنچہ ہے عشق گلشن ہے
عشق طالب ہے عشق ہی مطلوب
عشق ہے ہاتھ عشق دامن ہے

نورِ غیبی ہے، سوزِ پنہانی
بے جلے یہ چراغ روشن ہے(۹)

اقبال کا تصورِ عشق معنوی لحاظ سے دین اور اخلاقیات کی لازوال بنیادوں پر قائم ہے ان بنیادوں سے اگرچہ فراق کا تعلق غیر مسلم ہونے کی وجہ سے نہیں ہے تاہم تصورِ عشق اپنی قوت اور داخلی و خارجی حسیات کے لحاظ سے ان کے دل و دماغ میں سما گیا۔ اسی طرح اقبال کا تصورِ حرکت بھی فراق کے لئے ترغیب و تحریک کا باعث ہے۔ اقبال کا تصورِ حرکت دنیا میں کامیابی و کامرانی کی ضمانت ہے وہ ٹھہراؤ اور قرار کے قائل نہیں مسلسل سفر کو زندگی سمجھتے ہیں ان کے نزدیک سکوت موت کا دوسرا نام ہے ان کی بے شمار نظمیں اور غزلوں کے اشعار اس فلسفے کی وضاحت کرتے ہیں۔ یہ شعر دیکھیے

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے ترا
حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں(۱۰)

فراق اس فلسفے سے بہت زیادہ متاثر ہیں اور اپنے اشعار میں جابجا اس کی معنویت کو اجاگر کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر

جولاں گہِ حیات کہیں ختم ہی نہیں
منزل نہ کر حدود سے دنیا بنی نہیں(۱۱)

ایک اور شعر

جھپک رہی ہیں زمان و مکاں کی بھی آنکھیں
مگر ہے قافلہ آمادۂ سفر پھر بھی (۱۲)

اس فلسفے کی تفسیر و تشریح میں فراق کے بے شمار اشعار ہیں۔ اقبال کا فلسفہ جبر و قدر بھی فراق کے لئے قابلِ تقلید رہا۔ اقبال تقدیر کے حوالے سے اس مؤقف پر ہیں کہ انسان محنت سے اسے بدل سکتا ہے اپنے آپ کو تقدیر کے حوالے کر کے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ جانا اقبال کے نزدیک جرم ہے۔ فراق نے بھی اپنے اکثر اشعار میں اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے

قادرِ مطلق نے جو کچھ بھی مقدر کر دیا
وہ مقدر بھی بدل سکتا ہے ہمت چاہیئے(۱۳)

اب اقبال کا شعر دیکھیے

اک آن میں سو بار بدل جاتی ہے تقدیر
ہے اس کا مقلد ابھی ناخوش ابھی خورسند(۱۴)

اقبال کا فلسفہ غم بھی دیگر شعرا سے قطعاً مختلف ہے ان کے نزدیک غم انسان کو آگے بڑھنے کا حوصلہ دیتا ہے خوشی کے احساس کو زندہ رکھنے اور زندگی کی بوقلمونیوں میں اضافہ کرنے کا باعث بنتا ہے وہ غم کو زندگی کا حسن قرار دیتے ہیں غم اور خوشی دو متضاد کیفیات ہی انسان کے اعصاب کو متحرک رکھتی ہیں اور غم کی کیفیت تو خوشی کی نسبت زیادہ تحریک دینے والی

ایک قوت ہے۔اقبال کے اشعار دیکھیے

حادثاتِ غم سے ہے انساں کی فطرت کو کمال
غازہ ہے آئینہ دل کے لئے گردِ ملال
طائرِ دل کے لئے غم شہپرِ پرواز ہے
راز ہے انساں کا دل غم انکشافِ راز ہے
غم نہیں غم ، روح کا اک نغمہ خاموش ہے
جو سرودِ بربطِ ہستی سے ہم آغوش ہے(۱۵)

فراق نے اسی فلسفے کو اپنایا ان کے اکثر اشعار میں اس کی عکاسی ملتی ہے۔ملاحظہ فرمائیں چند اشعار:

اے موت بشر کی زندگی آج
تیرا احسان ہو گئی ہے
میری تو کائناتِ غم بھی
جان و ایمان ہو گئی ہے (۱۶)

غم سے چھٹ کر یہ غم ہے مجھ کو
کیوں غم سے نجات ہو گئی ہے
کیا جانیے موت پہلے کیا تھی
اب میری حیات ہو گئی ہے (۱۷)

اقبال سمجھتے ہیں کہ زندگی اور کائنات کا حسن تبدیلیوں سے قائم ہے ان کی نظم ''حقیقتِ حسن'' اس فلسفے کا خوبصورت ترین اظہار ہے ان کے نزدیک حسن تبدیلی کا متقاضی ہے جس میں تغیر نہ ہو وہ حسن نہیں۔کوئی بھی کیفیت ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں ہوتی اسی میں خوبصورتی ہے۔یہ تبدیلی کے رنگ سدا جگمگاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں(۱۸)

ہوئی ہے رنگِ تغیر سے جب نمود اس کی
وہی حسیں ہے حقیت زوال ہے جس کی(۱۹)

اسی طرح کی معنویت لیے ہوئے فراق کے اشعار دیکھیے

بس اک تسلسلِ تغییرِ حال قائم ہے
نصیبِ عشق فنا و دوام بھی تو نہیں (۲۰)

ہستی بجز فنا ئے مسلسل کے کچھ نہیں
پھر کس لئے یہ فکرِ قرار و ثبات ہے (۲۱)

فراق اور اقبال میں بڑا فرق عقائد و نظریات کا ہے۔ اقبال کا دین اسلام پر راسخ عقیدہ تھا جبکہ فراق ہندو ہونے کے باوجود اشتراکیت پسند تھے۔ تاہم استحصالی طبقوں کے حوالے سے فراق اقبال کی سوچ سے خوشہ چینی کرتے رہے۔ اس حوالے سے اقبال نے اپنے کرب اور دکھ کا اظہار جس انداز میں کیا تقریباً وہی انداز فراق نے اپنایا۔ اقبال کا ایک شعر دیکھیے

ابھی تک آدمی صیدِ زبونِ شہر یاری ہے
قیامت ہے کہ انسان نوعِ انساں کا شکاری ہے (۲۲)

اس سے ملتے جلتے اشعار فراق کے ہاں بھی پائے جاتے ہیں جن میں طرزِ احساس بھی مختلف نہیں ہے

ابھی تو آدمی اسیرِ دام ہے غلام ہے
ابھی تو زندگی صد انقلاب کا پیام ہے
ابھی تمام زخم و داغ ہے تمدنِ جہاں
ابھی رخِ بشر پہ ہیں بہیمیت کی چھائیاں (۲۳)

سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف چلنے والی تحریکوں اور ان کے نتائج کے حوالے سے اقبال نے اپنی نظم ’’ساقی نامہ‘‘ میں اشارے کیے اور اس یقین کا اظہار کیا کہ اس نظام کا انجام قریب ہے

زمانے کے انداز بدلے گئے
نیا راگ ہے ساز بدلے گئے
پرانی سیاست گری خوار ہے
زمیں میر و سلطاں سے بیزار ہے
گیا دورِ سرمایہ داری گیا
تماشہ دکھا کر مداری گیا (۲۴)

فراق کو اگرچہ یقین نہیں ہے مگر تمنا اور ارمان کے سہارے وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہوئے:

نئے انسان کا جب دورِ خود نا آگہی بدلا
نہیں بدلی اگر دنیا تو دنیا کو ابھی بدلا
نئی منزل کے میرِ کارواں بھی اور ہوتے ہیں
پرانے خضرِ رہ بدلے وہ طرزِ رہبری بدلا

کہیں سوچا بھی ہے اے نظمِ کہنہ کے خداوندو
تمہارا حشر کیا ہوگا جو یہ عالم کبھی بدلا (۲۵)

فراق کی شاعری اگر شعر شعر پڑھی جائے تو اندازہ ہوگا کہ غزلوں میں تقریباً 30 فیصد اشعار ایسے ہیں جنہیں پڑھ کر اقبال کے اشعار یاد آتے ہیں کیونکہ فراق نے اقبال کی برتی ہوئی تلمیحات، تشبیہات، استعارات، صنائع بدائع، مرکبات اور لفظیات استعمال کی ہیں اس کے علاوہ موضوعات بھی اقبال سے لئے ہیں۔فراق کا مشہور شعر دیکھیے۔

لطف و ستم، وفا و جفا، یاس و امید، قرب و بعد
عشق کی عمر کٹ گئی چند توہمات میں (۲۶)

اس شعر سے اقبال کا یہ شعر یاد آتا ہے:

گاہ مری نگاہِ تیز چیر گئی دلِ وجود
گاہ الجھ کے رہ گئی مرے توہمات میں (۲۷)

جہاں تک فراق کی نظموں کا تعلق ہے ان پر بھی اقبال کی شاعری کا بہت زیادہ اثر ہے اس کا اعتراف خود فراق نے بھی کیا۔ رنگ ڈھنگ سے بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ فراق نے جی بھر کے خوشہ چینی کی ہے۔فراق کی مشہور نظم ترانۂ خزاں کی تخلیق اقبال کے اثرات کا ہی نتیجہ ہے۔ بقول فراق:

"ایک بار ریل کے سفر میں اپنے مخلص دوست قاضی محمد عدیل کا ساتھ ہو گیا انہوں نے ایک خاص دھن میں اقبال کا ترانہ "از خواب گراں، خواب گراں، خواب گراں خیز" سنایا۔اس ترانے کی لے اور شیلے کی انگریزی نظم "ODE TO THE WEST WIND" اس نظم کا محرک تھی"(۲۸)

ترانۂ خزاں کے رنگ ڈھنگ کا اندازہ کرنے کے لیے یہ بند ملاحظہ فرمائیں:

یک لخت بدلتی ہوئی عالم کا سماں چل
اک آگ لگاتی ہوئی لرزاں و تپاں چل
جاتی ہوئی دنیا ئے چمن کی نگراں چل
آتی ہوئی رنگینیوں سے جلوہ فشاں چل
اے بادِ خزاں، بادِ خزاں، بادِ خزاں چل (۲۹)

اقبال کی یہ نظم فراق کو بہت زیادہ پسند تھی اس سے متاثر ہو کر انہوں نے ایک اور نظم "داستانِ آدم" بھی تخلیق کی جس میں انہوں نے اقبال کا یہ مصرع ہو بہو استعمال کیا اس کے علاوہ بے شمار مصرعوں سے بھی فیض حاصل کیا۔ایک بند دیکھیے:

اے روحِ زمیں، روحِ زماں، روحِ مکاں خیز
اے جانِ جہاں، جانِ جہاں، جانِ جہاں خیز
از خوابِ گراں، خوابِ گراں، خوابِ گراں خیز

ہم شاہدِ تاریخ کو بیدار کریں گے
ہم زندہ تھے ہم زندہ ہیں ہم زندہ رہیں گے (۳۰)

انقلاب اور آزادی سے متعلق جتنی بھی نظمیں فراق کی شاعری میں ملتی ہیں ان پر اقبال کے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں اس کے علاوہ فراق نے اقبال سے متاثر ہو کر فطرت نگاری بھی کی۔ قابلِ ذکر تعداد میں ان کی نظمیں اقبال کے رنگ و آہنگ کے ساتھ ملتی ہیں فراق کی ایک نظم جس میں انہوں نے فطرت کے رنگوں کو سمویا ہے اس پر اقبال کا رنگ حاوی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے دو شعر:

شورشِ کائنات ہے خاموش
موت ہے زیندگی کے دوش بدوش
آہ، بحرِ حیات کا یہ جوش
آج فردائے آخرت بھی ہے دوش (۳۱)

اس نظم سے اقبال کی مشہورِ زمانہ نظم ۔۔۔ ایک شام (دریائے نیکر کے کنارے) یاد آتی ہے

خاموش ہے چاندنی قمر کی
شاخیں ہیں خموش ہر شجر کی
وادی کے نوا فروش خاموش
کہسار کے سبز پوش خاموش (۳۲)

اس حوالے سے اگر تفصیلی تجزیہ کیا جائے تو یقینی طور پر ایک مکمل کتاب وجود میں آ سکتی ہے۔ اس مضمون میں چند مثالوں پر اکتفا کیا گیا ہے جن سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ فراق نے اقبال کے فکر و خیال، رنگ و آہنگ، بحروں اور لفظیات سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ ان کی کوشش تھی کہ اقبال کا رنگ اپنا کر اپنی شاعری کو اس معیار اور مرتبے تک لے جائیں جو عالمی ادب میں اقبال کی شاعری کو حاصل ہے ان کی یہ تمنا کہاں تک پوری ہوئی ہے؟ اس سوال کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ " ایں خیال است ومحال است وجنوں "

حوالہ جات

۱۔ فانی بدایونی، انتخابِ کلام فانی، مرتب فائق صدیقی، برکت پریس کراچی، 2005ء، ص 27
۲۔ فراق گورکھپوری، غزلستان، الہ آباد، ساہتیہ کلا بھون 1965ء، ص 126
۳۔ فراق گورکھپوری، فراق کا خط جوش کے نام، مشمولہ کتاب شاعرِ ہند، مرتبہ ڈاکٹر فاروق ارگلی، دہلی، فرید بک ڈپو، 2004ء، ص 210
۴۔ فراق گورکھپوری، جدید اردو غزل کا مستقبل، مضمون مشمولہ مجلّہ انعکاس فراق نمبر، 1983ء، ص 242
۵۔ ایضاً۔ ص 245
۶۔ صفدر حسین، ڈاکٹر، غزل میں جدید رجحانات اور فراق گورکھپوری، مضمون مشمولہ شاعرِ ہند، مرتبہ فاروق ارگلی، دہلی،

فرید بک ڈپو،2004ء،ص99-100
۷۔فراق گورکھپوری،اقبال سے متعلق خوش فہمیاں،مضمون مشمولہ افکار اقبال نمبر،کراچی،نومبر 1976ء،ص18
۸۔ نوازش علی،ڈاکٹر،فراق گورکھپوری شخصیت اورفن،لاہور،دستاویز1993ص 451
۹۔ فراق گورکھپوری،کلیاتِ فراق،مرتبہ عباس تابش،لاہور،الحمد پبلیکیشنز،2014ء،ص231-230
۱۰۔اقبال،علامہ محمد،کلیاتِ اقبال،لاہور،علم وعرفانپبلشرز،ص47
۱۱۔فراق گورکھپوری،کلیاتِ فراق،مرتبہ عباس تابش لاہور،الحمد پبلیکیشنز،2014ء،ص173
۱۲۔ایضاً۔ص55
۱۳۔ایضاً۔ص76
۱۴۔ اقبال،علامہ محمد،کلیاتِ اقبال لاہور،علم وعرفان پبلشرز،2002ء،ص526
۱۵۔ایضاً۔ص156
۱۶۔فراق گورکھپوری،کلیاتِ فراق (مرتبہ عباس تابش)لاہور،الحمد پبلیکیشنز،2014ء،ص209
۱۷۔ایضاً۔ص209
۱۸۔ اقبال،علامہ محمد،کلیاتِ اقبال،لاہور،علم وعرفان پبلشرز،2002ء،ص148
۱۹۔ایضاً۔ص112
۲۰۔فراق گورکھپوری،کلیاتِ فراق (مرتبہ عباس تابش)لاہور،الحمد پبلیکیشنز،2014ء،ص46
۲۱۔ایضاً۔ص212
۲۲۔ اقبال،علامہ محمد،کلیاتِ اقبال،لاہور،علم وعرفان پبلشرز،2004ء،ص247
۲۳۔فراق گورکھپوری،کلیاتِ فراق (مرتبہ عباس تابش)لاہور،الحمد پبلیکیشنز،2014ء،ص481
۲۴۔ اقبال،علامہ محمد،کلیاتِ اقبال،لاہور،علم وعرفان پبلشرز،2004ء،ص415
۲۵۔ایضاً۔ص415
۲۶۔ فراق گورکھپوری،کلیاتِ فراق (مرتبہ عباس تابش)لاہور،الحمد پبلیکیشنز،2014ء،ص40
۲۷۔ایضاً۔ص165
۲۸۔ اقبال،علامہ محمد،کلیاتِ اقبال،لاہور،علم وعرفان پبلشرز،2004ء،ص297
۲۹۔فراق گورکھپوری،روحِ کائنات،ایوانِ اشاعت گورکھپور،1945ء،ص61
۳۰۔فراق گورکھپوری،کلیاتِ فراق (مرتبہ عباس تابش)لاہور،الحمد پبلیکیشنز،2014ء،ص434
۳۱۔ایضاً۔ص379
۳۲۔اقبال،علامہ محمد،کلیاتِ اقبال،لاہور،علم وعرفاں پبلشرز،2004ء،ص128